رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO. A.783



H. B. Ivan Artist

Oudh Punch Lucknow

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعمر سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ ڈاک کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو تم مدت کے اندر تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ الخیر غیر بالسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر تہی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو نہیں لازم ہے کہ کچھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائیں۔ مذہب یا وادری یا تعلیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) ہم کو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاک کے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں کاو گم ہو جاتا ہے لیکن ہمیشہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو تنکا نے پر بنیاد نمبر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے لیکن اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جاتا ہے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً نقصان نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب مثلاً زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی پولیٹکل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہو فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

٭ لطف میوہ کے اشتہار کا بہترین نادر نوم سوال ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۳ کے درمیان گلابی ورق میں ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۳ — مضامین — نمبر ۱۲
۱۰ مارچ ۱۹۲۸ء

نگارستان

(نمبر ۲)

"رقاصہ"

وہی مثل ہے "ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا" حضرت مضمون نگار کی "جدت طرازی" کا جادو اور "حقیقی علم و فضل" کی گت ہے۔ ایسے ایسے ادبی نگینے لگائے ہیں کہ پروفیسر جیسے ادیب اور ملا آنجہانی ہوتے تو اپنی "عزت دھیا" اور "بھائی دھیا" بھول جاتے۔ ہوائی نکتہ اور آرزو میں بہ مراتب ترتیب نہیں۔ کروا بیٹھے اور رنگ آمیزی کر دے۔ وہ مکرر نالی ہے جس نے بزم ادب میں ہڑبونگ مچا دیا۔ اور نیاز مند اس طرح کی تمنی کا نالی بچہ اور یا ٹھمکی ٹھمکی تھی۔ ٹھمکی تھی تھی ٹھمکی تھا یا دو گرد ناٹھمکی تھی کرات ٹھمکی تھی۔ چٹ دینی پٹک دھا۔ ٹپک دھینو دھا۔ ٹپک دھینو دھا۔ نا دھا دھنا نیازی ابکر کو دھا زی "ایک چاند گرازی" پٹک دھینو دھا۔ ٹپک دھینو دھا۔ ٹپک دھینو دھا" قسم ہرے کی جان اور زندگی کے بے وقت کی مضمون اس قابل ہے کہ ہر درسگاہ میں پڑھا اور پڑھایا جائے۔ جتنے مولانا علامہ ہیں نہ ہوں یا وہ سب اسے دیکھیں اور پڑھیں تمام دنیا کے علماء اخلاق و حکمت زندگی بھر اس سے مستفید ہوں اور مرتے وقت وصیت کر جائیں کہ قبر میں نکیرین کو دکھا کے رہا جائینگے۔ اس مضمون میں "علم الرقص الناقص" کے اسرار و رموز اور مسائل وہ سکھائے گئے ہیں۔ جنت سے معمولی بات نہیں ناقد الی گنجینیاں اور ٹھنک رتھیں دیکھ کے سر نیاز جھکاتے ہیں۔ کان پکڑتے اور خاک چاٹتے جیسا کہ یہ عزت اور جادو آسمین میں کیسی نہ سو جب تک ہے بچوں کی بڑی بات "نگاہ نکتہ بیں پاش دماغ تسخیر فروز خیال عرفان فروش" ہر ایک کا حصہ نہیں ہے

.... ہوئے بہر شتاب
دیدۂ بینا طلب جلوہ نگہ ہے درست

ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:-

"اے رقاصہ تو اپنا میرا نہیں) رقص کر
میں منع نہیں کرتا مگر مجھے اپنی محفل سے اٹھ جانے دے کیونکہ میں تیرے رقص کی برداشت نہیں کر سکتا۔ میری طبیعت گبڑتی ہے۔ اے مغنیہ! گا۔ میں نہیں روکتا مگر خدا کے لیے مجھے اپنی بزم سے چلا جانے دے کیونکہ تیری موسیقی کا ذوق نہیں۔ میرا دل بے چین ہوا جاتا ہے۔ لیکن اے رقاصہ و مغنیہ ہم تو کیا دانی ہوا!"

فقرہ متذکرہ بالا میں ایک جدت طرازی یہ ہے کہ "اپنا ناچ ناچنے کی فرمائش ہے۔ ایک تھے پنجابی قاضی بیچارے کا تکیہ کلام تھا "جو ہے سو ہے" نکاح پڑھنے بیٹھے تو نوشاہ سے کہنے لگے کہو "آمنت باللہ جو ہے سو ہے۔ وملئکتہ۔ جو ہے سو ہے۔ وکتبہ۔ جو ہے سو ہے۔ ورسلہ۔" جو ہے سو ہے۔ نوشاہ غریب جاہل یہ سمجھا کہ "جو ہے سو ہے" بھی عبارت ہے کہنے لگا "آمنت باللہ جو ہے سو ہے۔ وملئکتہ جو ہے سو ہے" قاضی صاحب بھلا کے فرمانے لگے۔ "آمنت باللہ جو ہے سو ہے" نوشاہ نے کہا "آمنت باللہ جو ہے سو ہے" نہیں تو قاضی صاحب مارے غصے کے لال ہو گئے کہا۔ "میں جو کہوں جو ہے سو ہے تو نہ کہہ جو ہے سو ہے اور اے ترتیب دی مار تو نے ہی آگ لگا دی آن ایک میری ..... نہ ایک"

نئی جدت طرازی یا بدعت نیاز صاحب بھی رقاصہ سے فرماتے ہیں "اپنا رقص کر" دوسری جدت طرازی "اے رقاصہ مغنیہ ہم" کا فقرہ ہے ہم کے معنی ہیں ابھی یعنی اس رقاصہ کو مغنیہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ہم لوگ جاہل ہیں اس قسم کی جدت طرازی پر قادر نہیں۔ اس "ہم" کے استعمال کی قدر کوئی علامہ فضل ہی جان سکتا ہے۔ "دل کو بے چین ہوا جاتی۔ مرغ کی طرح بکھیر جیا مرہ" خدا کرے کہ یہ جدت طرازی مقبول عام ہو جائے۔

جدت طرازی۔ تو کیا مانع ہے یا "میں کون ہے۔ اہل زبان کہتا تو یوں کہ "ترکیب ماننے والی ہے" یا "تو کہیں ان سنے گی" حقیقی علم و فضل یہ ہے کہ "اپنا رقص" کے ساتھ "اپنی محفل اور" "اپنی بزم" کا نکاح جو ہے سو ہے پڑھ دیا۔ ایک بیچارا اور وہ اپنی میں ہوئی طائفہ خلوت میں رولا کو منع کرتے ہے کہ طبیعت گبڑتی ہے۔ میں برداشت نہیں کر سکتا میرا دل بے چین ہوا جاتا ہے مگر تو یہ افسوس کے ایک نہ سنی بیچاری یونہی وہ ٹھٹے رہے۔ دیدوں کی صفائی دیکھیے کہ وہ اپنی اور ایک اپنا نہیں معروف رقص و تماشائے رقص۔ گرکرتے۔ دیر سے گردوں کے فرو سے اور کلایاں جنبش میں ہیں جانتے ہیں کہ میں چلا جاؤں تو مجھے روکنے کی زحمت کسی کو نہیں گر جاتی نہیں۔

چار سطر کی عبارت میں اتنی خوبیاں ہیں۔ آگے بڑھیے تو اور زیادہ دو صاف دکھائی دیں واہ! کیا تراش خراش ہے کیا لہجہ ہے کیا الفاظ ہیں۔

"جب تو اپنا ساتھی میں ڈھلے ہوئے جسم پر گیا کی کشتی و قاصی اور اپنی قد آدم تصویر کی مثال کرے کہ محفل میں کھڑی ہو جاتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اس بخشا کروں۔ اس سر خوش قامت اس قیامت بلند بالا کو زندہ دیکھوں مگر دیکھتا ہوں اور کانپتا ہوں"

یہاں بھی "اپنے" اور "اپنی" کا بر وزن وارد ہوا موجود ہے رقاصہ گویا اپنے ہی سانچے میں ڈھلی ہے یعنی خود ہی اپنا سانچا ہے۔ اور کھڑی ہو جاتی ہے میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ غالباً رقاصہ کوئی ڈھونی ہے اور یہ کہنے ہوتے کا جادو ہے یہ تار ہی ہے۔ وہ تو اپنے سانچے میں ڈھلا ہوا مجسمہ ہے کہ کھڑی ہوتی مگر یہ بچہ بڑا کاشانی یہ تو آئی نہ جھی کی طرح کانپنے لگا۔

† جب اپنی آواز میں ایک دل نواز بھاری گی

ایک مسزرم نشیب پیدا کر کے اپنے نغز کرشمہ مل
کی سب سے پنہاں رگ میں ڈوبتی جاتی ہو تو میں
چاہتا ہوں کہ اس صدا سے بے پناہ کی طرف سے اپنے
کان بند کر لوں لیکن ایسا نہیں کر سکتا سنتا ہوں
اور سنتا ہوں:

ہائے کیا بیمار کی سے نوا پیمانے میں ڈھلا ہوا جیتے
لے کے ظرف میں جو اس بیمار کی کی داد طلب کرے وہ مرتا
ہے!

خیال رہے کہ مسزرم کے وجود واسطہ سے [illegible] جو
میں یہ علت آواز میں پیدا ہوتی ہے کس طرح؟
ذہنی نشیب پیدا کر کے اور کس طرح! ریاضی
میں اس صورت کو کہتے ہیں جو جینے کے بوجھ تلے
کی بیماری میں مبتلا ہو جائے۔ باب استفعال کا خاصہ
ہے طلب۔ لہٰذا حالت ضرور طالب رحم ہوگی تو جب
کوئی نشیب ناکارہ ہو گیا تو وہ سر نشیب عشق
دل سے پلیٹ کر اپنی طلب مانگنے لگی اس میں
خرابی کیا ہے نغیب تھا نشیب عشق اسی پر یہ سب گیا
کوئی فکر نہیں جبین کرے تو کیا ہوتا ہے۔ سب سے
پنہاں رگ اس ورطۂ ہلاکت سے بچا کر [illegible]

پھر آپ جانیے یہ صدا بے پناہ جب عشق دل
میں ڈوب گئی تو کانوں میں انگلیاں دینے سے کوئی
فائدہ نہیں۔ بجز تڑپ کی آواز نہیں سنتا مگر جو
اندرونی اعضا کی گڑگڑاہٹ کی آواز خوب سنتا ہے
چنانچہ سننے والے نے کان بند کرنے کا ارادہ کیا پھر فضول
سمجھ کے ترک کر دیا۔ [illegible] سنتا گیا
انسان نیچے نشیبیں سروں کی بے پناہ مار سے بچا ہے
کان بھی بند کر دیتے ہیں لیکن بھی حقیقت یہ ہے کہ
حقیقی عالم رقاصی نے حق [illegible] سطروں میں [illegible]
ادا کر دیا لیکن اے رقاصہ کہیں [illegible] نہ ہو جاتا۔ ابھی
یہی تیری محفل میں بار بار آتا ہے۔ تو ناچا گائے جا
اپنا بھائے جا۔ جا اپنی بے شرمی اڑائے جا
بزم کی ناک سڑائے جا اور کی جان کھائے جا۔ گا
وہ سنتے الا کان، [illegible] گا۔

مضمون ہذا کا بقیہ حصہ حرکات رقص سے
متعلق ہے۔ اگر یہ معلوم ہو [illegible] کہ پہلی [illegible] سے

پرفن جناب [illegible] عالم رقاصی جنت فراز [illegible]

صاحب کی کتنی تعریف کی گئی ہے [illegible] حضرت نے فن
رقص کے بارے میں خاصا کمال بہم پہنچایا ہے

این سعادت بزور بازو نیست

[illegible] نشیب مسزرم

عبارت مذکورہ بہ بیان اور بھی کئی اعتراض ہیں [illegible]
کا لفظ بصورت "بیان" وغیرہ [illegible] مگر [illegible]
الزام ہے کہ [illegible] ان سے تعرض نہیں کرتے [illegible]
ہو کہ "ناچ" ہمیشہ ناگوار ہوتا اور اس کی تعریف میں ورق
سیاہ کرنا پھر رقاصہ کی ستانہ اداؤں کا [illegible]
اندرونی و بیرونی اعضا کو بنا لینا اور [illegible]
بہا تا ہی جرأت کے لیے بہت ہے۔

اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ ناچ رنگ کی
صحبت سے اپنے بچوں کو بچاتے تھے کہ مبادا انہیں
ناچ کی لت پڑ جائے۔ اب ابھی ہمارے لکھنؤ کے
بعض شرفا ایسے ہوں گے اور اچھے [illegible] کے
ساتھ ناچ کی محفل میں نہیں بیٹھتے خود فخر [illegible]
وہ بیٹیوں کی [illegible] کہ ناچ کی غرض و غایت

دفتر نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

[illegible]

بنام

[illegible]

[illegible]

دستخط حاکم [illegible]

مہر عدالت

[illegible]

ہمارا [illegible] ہے۔ [illegible] اعضا کی جنبش
[illegible]
[illegible] کا بھاری [illegible] ہے [illegible]
سے ازلی خام [illegible] اور کچھ نہیں تو [illegible]
ہو کر [illegible] ہو جاتا ہے
دیکھنے والے کی آنکھیں ان اعضا پر جمی ہوتی ہیں۔ اگر
ناچ کی محفل میں [illegible]
[illegible]
ہوگا جس پر ایک ناظر [illegible]
[illegible] ناچ کا ہے کہ [illegible]
اب وہ زمانہ ہے کہ ایک طائفہ کا فخریہ غرض
یہ ظاہر کی رقاصہ کا ناچ دکھا کے [illegible]
پیدا کرے [illegible] اخلاق کا سبق دینے میں ذرا بھی نہیں
جھجکتے۔

مضمون زیر بحث میں [illegible]
[illegible]

کہاں سے لاؤں گا۔

غلط ہے کہ اخباری کالموں کے ذریعے بھی معاملات کے [illegible] حضرات ان مضامین کا استقبال زور سے تحسین کے ساتھ کرتے ہیں۔ [illegible] گئے۔ زمانہ نہیں گزر گیا ہو گئیں جلالی اور جمالی قوتوں کے افسانے [illegible] نئی کتاب نصیحت ناصحی [illegible] کی [illegible] ناصح کا فرض ہے لہذا ہم بھی [illegible] پر اکتفا کرتے ہیں۔ آئندہ اس مضمون کے ادبی لطائف سے بحث کریں گے

ناقد

کمیل چاند

پرواز دماغی

ماشاءاللہ حضرت انسان بھی عجب چیز ہیں۔ خدا نے بفراغت زندگی بسر کرنے کے سامان مہیا کر دیے ہیں۔ جسمانی صحت حاصل ہے۔ حکومت حاصل ہے عزت حاصل ہے۔ وفادار بیوی ہے مطیع اولاد ہے سچے دوست ہیں ان سامانوں کے ہوتے ہوئے اگر کوئی بے وقوف فرصت کے اوقات میں یہ سوچنے بیٹھے کہ پہلے انڈا پیدا ہوا کہ مرغی۔ بیج پیدا ہوا کہ درخت تو یقیناً پاگل ہے کیا معنی کہ وہ علم ہاتھ لگنے کے درپے ہے جو فرشتوں کو بھی میسر نہیں۔

سر الیور لاج صاحب بھی اسی قبیلے کے نکلے ہیں انھیں فکر ہے کہ روح ایک جوہر ہے اس کا اتصال مادہ کے ساتھ کیونکر ہوتا ہے یہ کس طرح اپنی لطافت کا لحاظ و پاس کیے بغیر ایک گندے کثیف تاریک جسم میں بیٹھ جاتی ہے۔ اے حضرت یہ گتھی بڑے بڑوں کے سلجھائے نہ سلجھی خود پیغمبروں نے اپنے خالق سے التجا کی کہ ذرا مردہ زندہ کر کے دکھا دے یہ تماشا دیکھ کے ہمارے دل کو ڈھارس ہوگی۔ اے اس وقت تک نصیب [illegible] ہوئیں تو [illegible] کے بھاگ جاتے ہیں؟ [illegible] سمجھ میں کوئی سمایا ہے مگر بے چارے کا دل مضبوط ہوتا ہے انھوں نے مردہ بھی اٹھتے دیکھا اپنے پیدا ہو کر اس کا مجسمہ کیا اس کی قدرتی حقیقت دل میں معلوم ہوئی لیکن اتصال روح و مادہ کا بھید پھر بھی نہ جان سکے۔ سر الیور لاج خود بھی لطیف روح اور کثیف جسم کا مجموعہ ہیں جب تک ایک دفعہ روح کا طائر جسم کے پنجرے سے نکل نہ جائے انھیں اتنی بھی خبر نہیں ہو سکتی کہ روح و جسم کا تال میل ہے بھی یا نہیں۔ آخر نماز میں اور نیچر بھی تو اسی ذہن میں لگے ہوئے تھے۔ فرط [illegible] وہ بہت تھک گئے مگر ادھ کیا؟ ندامت کے [illegible] جہالت کی [illegible] آخر [illegible] اس بات پر جم بیٹھے کہ روح کوئی شے جسم سے علیحدہ نہیں ہے بلکہ جس طرح کھاری اور ترش چیز کی آمیزش سے جھاگ پیدا ہوتا ہے اسی طرح آواز نکلنے کی جیسے اٹھتے ہیں اسی طرح ذرات و عناصر کی ترکیب کسی خاص انداز و ترتیب سے ایک چیز بنا دیتی ہے جس کا نام روح رکھ لیا ہے۔ بھئی واہ! کیا دور کی کوڑی لائے جانتے ہو کہ روح چڑیا نہیں جسے کوئی پنجرے میں بند کر کے دکھا دے گا۔ لاؤ انکار کر جاؤ۔ جو لوگ روح کے قائل ہیں بیچارے سٹ پٹا کے رہ جائیں گے پھر بتا دینے کی۔ ایک طرف تو انکار پر انکار ہے دوسری جانب روح کے فرزند ہیں انھوں نے روحوں سے روزانہ ملاقات کرنے کا ڈھب نکالا۔ آج ان کی روح پکڑ لائی کل اس کی۔ میزیں اچھلتی ہیں تاریکی میں آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ یہ شعبدہ اور اسرار سے ہیں روح کے منکر دکھے اصرار کرتے ہیں کہ بھائیو ان لوگوں کے دماغ میں خلل ہے اور جو کچھ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ بھی وہم ہے اپنی [illegible] ورنہ پاگل خانے کی ہوا کھانی پڑے گی مگر کون سنتا ہے بڑی بڑی رقمیں روح سے آنکھ مچولی کھیلنے کی نکلی ہوئی ہیں۔ خدا کے فضل سے کام اچھا چل رہا ہے۔

سر الیور لاج ایک ایسے مقام پر کھڑے ہونے والے ہیں جہاں انکار حقائق کی آندھی زور شور سے

اطلاع نامہ بنام مدعا علیہ نابالغ و ولی

[illegible]

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

[illegible]

چل بسی۔ اور وہ تو ہی چلتی رہی۔ وہاں سے انکار
باپ سے انکار نہ جب سے انکار جن کے انکار
فکر ہے کہ انکے انکاری دماغ میں یہ بات سماگئی
کہ روح موجود ہے اور وہ جسم سے علیحدہ ہونے کے
بعد بھی ایک صورت و شکل رکھتی ہے یعنی انسان
کی دو شکلیں ہوئی ہیں ایک روحانی شکل اور ایک
عنصری شکل۔ روحانی شکل اور عنصری شکل میں کوئی
بڑا فرق نہیں صرف لطافت اور کثافت کا فرق
ہے اس روحانی شکل میں بھی ویسے ہی اعضا اور
جوارح ہوتے ہیں جیسے کہ عنصری شکل میں پائے
جاتے ہیں۔ آنکھ ناک کان ہاتھ پاؤں غرض ذرا ذرا سی
چیز کی کمی نہیں روحانی شکل کا نام انھوں نے
پیکر اثیری یعنی ہوائی تصویر رکھا ہے
دونوں شکلوں کو جسم سے تعبیر کرتے ہیں
اچھا صاحب جسم ہی سہی مگر یہ مسئلہ نیا نہیں ہے
خود حضرت کے ملک سے نکلا ہے آج سے ہزاروں
برس پہلے ہمارا ملک اس کی توضیح کرچکا ہے۔
موت کے تذکرے سے جی گھبراتا ہے یہ بھلا صاحب
ایک دن ایک روز آکے ٹہراؤ باتیں کی ابھی سے
انھیں کون یاد کرے۔ مگر کیا کیجئے کہ اس پیکر اثیری
کا تعلق زیادہ تر ایسی ... سے ہے یعنی جسم عنصری
سے پیکر اثیری کا دائمی تعلق ہی موت کے نام سے
موسوم ہے۔ کیونکہ تعلق کی کشش یعنی ... تو
منقطع ہو ہی رہتی ہے۔ یک بیک جھری آئی اور ہم پہنچے کہاں
قطب شمالی۔ کہاں سے؟ یہی لکھنؤ والی جگہ
یک کثیف مچھرستان سے۔ دیکھا تو یہی سماں
لیکن کیا اتنی جلدی قطع ہوئی؟ ہم کیا جانیں ہم تو
اپنے پلنگ پر پڑے ہوئے اونگھ رہے ہیں۔ خراٹے
خرخر کی وحشی آوازیں ہیں پاس بیٹھنے والے
اکتا گئے ہیں۔ آخر انھوں نے زور سے پلنگ میں
ایک ٹھوکر لگائی ادھر دھکا لگا ادھر ہم پھر
پلنگ پر پہنچ گئے نہ قطب شمالی تھا نہ پیکر اثیری
تو کیا یہ سب سامان ہمارے خیالات نے
بنا لیا تھا۔ یہ وہم ہے یا حقیقت ہے؟
حضرت ... فرماتے ہیں کہ یہ تو ...

حواس میں صورت کسی شے کی چھپی ہوئی ہو مگر
ہوتی نہیں ہوتی۔ بھلا کھلی ہوئی یا چھپی ہوئی
صورت بھی کہیں داخل ہوتی ہے؟ جو ایسا ہوتا
تو پھر ہم کبھی کوئی بات نہ بھولتے۔ اتنا ہی نہ
سوتے وقت ناد علی اور آیۃ الکرسی پڑھ کے سوئے
باوجودیکہ یہ دونوں چیزیں انھیں بر زبان یاد ہیں
انھیں یقین ہے کہ بجائے ان دونوں کا پڑھنے
وہ ہر بلا سے محفوظ رہتا ہے۔ کل اتفاق سے بڑا
سا سانپ دروازے نکلا اور انکی زیر پائی کے
پاس کنڈلی مار کے بیٹھ رہا بس دیکھتے ہی گھگی
بندھ گئی ہزار ہزار یاد کرتی ہیں نہ ناد علی یاد آتی
ہے نہ آیت الکرسی۔ ذہن کی کرسی ہل کے بیٹھتی
ہے۔ اگر یہ دونوں دل پر چھپی کھدی ہوتیں تو
خوف نہیں خوف کا باپ بھی انھیں بھلا نہ سکتا
بیچاری نے ذہن کا ہر ایک گوشہ ہر ایک کونا
ڈھونڈھا مگر کوئی بھی چیز نہ ملنا تھی نہ ملی۔
جگر اچھا ہے جو کہتا ہے سے

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

وا! خوب یاد آیا آئینہ میں جو شکل دکھائی دیتی ہے
وہ بھی منقوش نہیں ہوتی وہ بھی چیز کے سامنے
سے ہٹتے ہی پلٹ جاتی ہے خیر ہم دماغ کو
دیکھیں کہ جب انسان عالم رویا میں قطب شمالی
کی سیر کرتا ہے تو ہم نے دیکھا تھا کہ ایک شیر نے
ہم پر حملہ کیا وہ شیر ایک غار میں تھا سے آنکھوں
نے دیکھا قوت متخیلہ نے ایک پھاڑ کھانے والے
جانور کا ادراک کیا قوت حافظہ نے شکل صورت
ہوبہو محفوظ رکھی اور یاد دلانے کا ذہن نے ... کی
مگر قوت متخیلہ نے یہ سب کچھ دکھایا۔ دماغ بتلاؤ
کہ بیداری کی حالت میں کیا ہوتا ہے؟ یہی یا
اور کچھ۔ ظاہری حواس بھی اپنا کام کرتے ہیں
باطنی حواس بھی۔ خیالی قوت متخیلہ ہی کے
ترتیب نہیں دیکھ رہی تھی۔ جاگنا اور سونا دونو
حقیقی ہیں قرآن حکیم میں جو واقعات گزرتے
ہیں ان کا حقیقی ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ دونو

حالتیں حضرت انسان ہی پر طاری ہوتی ہیں۔
یہ کہ حقیقی اور دوسری کو خیالی قرار دینے کی کوئی
وجہ نہیں۔ بنا بریں ہمارے ہاں کوئی چارہ باقی
نہیں رہتا بجز اسکے کہ ہم آخر یہ مانیں اور پیچھا
چھٹے یہ مانیں کہ ہم دو جسموں سے مرکب ہیں۔
خواب کی حالت میں ایک جسم سے دوسرا جسم عارضی طور پر
جدا ہو جاتا ہے اس جسم کا نام پیکر اثیری کہیے
یا جسم مثالی بزبان اہل حکمت ... یہ جسم ہمیشہ
اپنی لطافت کی وجہ سے جسم عنصری پر غالب ہے
اسکے خواص عجیب ہیں۔ مگر ہم اس وقت پیکر کی
تفصیل نہ کریں گے پھر کبھی دیکھا جائے گا۔
سر الیور لاج کے پاس ... حرکت آئیہ
کا موجود نہیں جو ہمارے پاس ہے ورنہ انھیں
علم ہوتا کہ موت درحقیقت ایک ترقی کا نام ہے
جو شخص عنصری زندگی میں اس ترقی سے کو بیٹھ
سکتا ہے اسکی روح مضطرب رہتی ہے وہ گویا
نعیم جاودانی کی لذت سے دور ہو جاتی ہے گویا
امکان ہی نہیں اس پیکر لطیف کا دائمی انفصال
پیکر کثیف سے ضرور ایک دن ہوگا۔ اسے تو ہے
دائمی کا دن سمجھنا چاہیے مرحوم انشاء اللہ خاں
کہتے ہیں سے

دنیا ... شگوفہ ... — بیکلے جنت بریں ہی اگر ہے
چمن شگفتہ پھر ... — کبھی اس ... کو نہ ...

... میں کی عقل ماری گئی ہے وہ کہتے ہیں ایک ہی جگہ
میں دو جسم کیونکر گھس گئے تداخل اجسام تو محال
ہے مگر یہ کہ وہ خود ہی اپنے تجربات کی نظم میں
خواہ مخواہ الجھتے ہیں کیا سمجھی کہ اس اعتراض سے وہ
مسئلہ جذب و انجذاب کی ... اجسام ...
کی بیخکنی کرتے ہیں۔ ان دونوں کی کیفیت باوجود
... یکجا ہونے کے متناقض ایک لطیف دوسرا
کثیف ہے ایک حال ہے دوسرا محل ہے کثافت
میں لطافت پوری ہوتی ہے۔ ... کے قول
میں چھپا ابھری ہوئی ہے۔ آئینہ میں سے پھر تو
نکلتا ہے یہ آخر کہاں تھا یہ بھی تو جسم رکھتا ہے۔
آخر متخیلہ صورتیں کس شکل میں بستی ہیں کیا



رخصتی تحفہ

غلامان خاص :- اے سائمن صاحب تم تو جاتے ہو ہمیں کیا دے چلے؟

سر سائمن :- یہ گانجے کی کل سر کرو اور سرور ہو۔ بالفعل تو یہی ہے آیندہ دیکھا جائے گا۔

ذہن میں؟ مادہ اتنا بڑا جاتا ہے پہلا اور نکلنے سے ذہن میں گھس گیا۔ تو پھر جان میں موجود ہوگی؟ مگر اس حالت میں لازم ہو کہ صاحب حس سلیم کو نظر آئیں۔ ان کو معدوم کہہ نہیں سکتے وہ تو ایک شکل و وضع رکھتی ہیں ان میں ایک کی دوسرے سے تمیز کی جا سکتی ہے بس یہی معقول نہیں۔ ان صورتوں میں یہ کلیہ ہرگز منطبق نہیں ہوتا کہ اگر ایک جسم دوسرے جسم میں داخل ہو تو جگہ زیادہ گھیر جائے گی۔



(شکل کعب) (شکل کعب)

اور یہ بدیہی ہے کہ کثیف جسم میں ان میں سے ایک کا ہر گوشہ دوسرے گوشے میں پیوست ہونے پر دونوں جگہ گھیرے گا مگر جب ایک کثیف ہے اور دوسرا لطیف ایک حال ہے دوسرا محل تو ایک کا دوسرے میں حلول ہونا اور زیادہ جگہ نہ لینا اسی طرح ممکن ہے جس طرح پانی میں شکر گھل جاتی ہے اور پانی کا حجم بجائے خود نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

سائیکو رواج کے دماغ میں۔ ماہرین کی بنائی ہوئی "نفسیات کی کانفرنس" میں اس نظام خاص کے تحت ہوئی ہے۔ اس وجہ سے وہ چاہتے ہیں کہ جسم اثیری کا جسم عنصری میں داخل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ جیسا کہ ایورواج ان ماہرین کی تیار کی ہوئی بچے کی عینک سے یکسیل سمجھائی دے گا اسکے مشاہدہ کے واسطے سقراط کی آنکھیں درکار ہیں یا ان گزشتہ نبیین خاصان خدا کی تعلیم میں کے بارے میں کہا گیا ہے:-

ابدان ارواح ما ساقط بالکل الا علی

جن ارواح کا تعلق اس کارخانے سے ہے جہاں عمل اعلیٰ و مقدس سے سروکار نہیں رکھتا اور جس میں ہے عقل و شعور ذرات خود بخود جیسی شکل اختیار کرنا چاہتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں کسی سے پوچھتے بھی نہیں۔ جنکی ترتیب و ترکیب کے واسطے کسی جداگانہ یا منتظم کی ضرورت نہیں وہ یکسیل جلا کر رکھیں ابھی یہ کیسی

اس ہستی مطلق کا بہت معمولی ہے اصل خلقت عام بعد جس نے اس خیال میں عالم (خیال) اور قسم سی عالم خواب کو پیدا کیا ہے۔ بھائی جان سے کہو نہ صورت خواب کی حالت پر غور کرو۔ جسم اثیری انسان کی سیر میں مشغول تھا اور ایک دعا کا ہوتے ہی روح اپنے جسم عنصری سے ہم آغوش ہو گیا اسی طرح ابتدائے عمر میں آتا ہے جو سے کے قالب میں داخل ہو گئی۔ اب تم بڑے ہو گئے ہو سمجھدار ہو روزانہ خواب کی حالت تم پر طاری ہوتی ہے اور تم نہیں سمجھتے کہ کیا ہوا تو بھلا ماں کے پیٹ میں اس اتصال روح و مادہ کا قضیہ تمہاری سمجھ میں کیونکر آ سکتا ہے۔ تمہارے اس بیان پر بعض ناواقف ہندوستانی اخبار نویس متعجب ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ تم نے بڑا چوڑا اڑا دیا جو دور کی کوڑی لائے مگر ہمارے نزدیک یہ ایک پرانی فرسودہ بات ہے جس پر صدہا کتابیں لکھی جا چکیں۔ کچھ دنوں ہم سے سیکھ تو تمام اشتباہ یقین سے بدل جائے۔

ارے میاں ابدولت و علم و اقبال و معرفت میں حضرت اودھ پنچ مدظلہ العالی بڑی چیز ہیں غنیمت سمجھو۔ سیکھو پڑھو پیٹ سے نکل آنے کے بعد پیدائش کے بعد دن کا کھوج لگا کیا تجھے بھی ہم کیوں نہ لگا؟

واقف

ظاسفہ

انجمن عقدیوگان سیتاپور

اس نام کی ایک انجمن مدت سے قائم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کام بھی کرتی ہے پہلے اس کے سکریٹری ہمارے دوست مسٹر سید محسن مرزا پرنسپل (انٹرمیڈیٹ کالج کیمبل پور پنجاب) تھے اب سید ریاست حسین صاحب جعفری ہیں۔ ایک سالانہ رپورٹ اور دو پمفلٹ ہمارے پاس بھیجے گئے ہیں کہ ہم اس بارے میں کچھ لکھیں۔ ہندوستان کے مسلمان اپنی شرعی روش چھوڑنے کے بعد جب تک

کسی شکستہ زبان زیادہ بڑے نہ تھے پر سلف صالح مسلمانوں کو شریعت نے سکھائی ہے وہ خسر و خسیرہ دونوں حالتوں میں آسائش و راحت بہم پہنچانے والی ہے بیوہ عورت اپنے شوہر کے انتخاب اور عقد کے باب میں ایسی ہی خود آزاد ہے یہاں کا عرف و رواج تھا اسکا نکاح رواج کے پنجے میں گردن پھنسی اور بے طرح پھنسی مال متال بچے نہیں اور بیواؤں کا دعا اثر میں نہ جانا ہوا ہے نہ وہ کیا بیچاریاں خوش میں نہ بیوہ بہو بزرگ الاماں صاحب۔ اگر گھر میں چونی بھر کی فراغت سے میسر ہے تب بھی خوشحالی و طمانیت کی خبر منقود۔ ماں کی شادی کا سبب چہرہ فرد دار ہے اندر معلی بیچ کی جھلک نمایاں نہیں ہونے دیتا مگر دیکھنے والوں کا دل اتنا میلا نہیں ہو سکتا کہ کسی عزیز کی اجڑی ہوئی مانگ دیکھ کے ملال دنیا کا ادراک کر سکتا ہو۔ سہر لفظ کیوں پر پرچھیاں گشتی ہیں اور دیکھنے والے سہتے ہیں۔ اسی خزاں رسیدہ چمن کے نظارے میں زندگی روزوں کی تیر ہوتی ہے۔ اور اگر گھر میں کمانے والے کے عوض طال و ملال کی شکل آگئی ہو تو پھر ان ماتموں کی ایذا اسے بہت بڑھ جاتی ہے۔ ان پمفلٹوں میں اس موضوع پر خوب صفائی درج ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک عقد بیوگان سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ عقد ثانی کی تلقین سے مرد و زن کی زبان بند رکھی جائے۔ عورت رضامند ہو یا نہ ہو بیوہ صبر نہیں کر سکتی وہ یہ شیوہ وفا پر عمل کر رہی ہے۔ اور ادھر اسنے نکاح کیا ادھر نگاہوں سے گری نگاہوں سے گری اور دین دنیا سے گئی۔ اول تو شبہ آگئیں سا سنا سا کر لی نہیں اور جو سامنا ہو بھی گیا تو اشد روے اور بد طعن و تشنیع کے وہ چھرے پڑتے ہیں کہ غریب کا سینہ چھلنی ہو جاتا ہے سخت کے دستر خوان پر اسکا گزر نہیں ہو سکتا۔ اسکے شوہر ثانی صاحب جزو خاندان نہیں سمجھے جاتے۔ ان مصائب کے خیال سے بہت سی بیوائیں عقد کی جرأت نہیں کرتیں اور وہ سمجھتی ہیں کہ مقدر میں جو لکھا تھا ہو گیا ہو جتنے دن کی زندگی ہے اسے تجرد میں بسر کر دو۔ بھلا دیکھیے تو سہی شرعی اجازت یا حکم کی توہین و تذلیل

نہیں قرار دیا گیا ہے۔ احکام شریعہ کا ادب نہ کرنے کے بعد مسلمان ہونے کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے اس تذلیل کی ذمہ داری مردون کی بہ نسبت سہاگن عورتوں پر زیادہ عاید ہوتی ہے جو اپنی بیکہ بہاری پر تفاخر و ناز کرتے بیوہ وں کی جان پر عذاب نازل کرتی رہتی ہیں۔ اگر ان عورتوں کی ذہنی اصلاح ہو تو ہو سکتی کوشش بہار آمد ہو گی۔ بہرحال دعا ہے کہ انھیں کے مساعی میں برکت ہو۔ مگر برکت بھی ۔۔۔ تو فقط ہی خواہ و ہ لیا ہو بعض اہل دل تفسیر ہیں کہ اپنے لحاظ سے چھپ دا کے تشہیر کرتے ہیں۔ قوم تو نہیں پھر بیوہ کا سہاگ کب جائے؟

اللہ بچائے اس قوم سے جو اپنی بیوہ خواہ ہو کہ دوسروں کے نیچے سہارا جہاں بیگرہ بیوہ رہتی ہے۔ اعتدال اور میانہ روی اسلام کا خاص ضابطہ ہے یہاں ہر بات میں سہاگ نظر آتا ہے بیوہ ہو گا تو وہ گھر کہ جو بھی بہتر ہو وہ بچارے گھر میں نہ آتے۔ بے پردگی ہوگی تو ایسی کہ بیگم صاحب کرچہ اوڑھ یا جا گھیا کنٹوپ پہنا کے صاحب بہادر تھیٹروں میں لے جائیں گے۔ اور دوستوں کے ہاتھوں میں ہاتھ دیکے ناچ نچوائیں گے۔ اخبار قومی مساعی جہاں مالی قربان کرتے ہیں اسکی پیروی ہماری قوم نہیں کرتی ان دوسروں کی نیکی ! افسوس بیگرہ بیوہ رہتی ہے ایسی حالت میں برکت کی دعا! فقط

المختصرات

غریب۔۔۔ کے نام سے ایک ہفتہ وار ہندی پرچہ نکلا ہے۔ مقام اشاعت لکھنؤ غریب ہے جہاں سست و کاہل لوگ آباد ہیں۔

ہماری عادت ہے بے جانی بوجھی چیز سے تعرض نہیں کرتے مگر مقصد معلوم ہو گیا کہ غریب ہندووں کی حمایت مقصود ہے۔ وہ سکھ دنیا میں روح افزا ہے سدا بہار تحسین کے جاری ہی کیا ہے۔ مرحبا جزاک اللہ۔ کوئی ہندی پڑھا ہوا مل گیا تو مشورہ کیا جائے گا۔ بابو پریاگ داس بھارگو بی اے اسکے ایڈیٹر ہیں۔

سطل مشہور ہے "اللہ میاں ایسے ۔۔۔ کہ خشکا کھا بچہ سکتا پھرے" ان انگریزوں کو خوب ہو چکا ہو ہندوستان میں برا ج رہے ہیں۔

سائمن صاحب خشکا ارش فرما کے چلے ہوئے، اب بھائی جلر صاحب پاسٹرن میں خشکا کھاتے پھرتے ہیں چند روز ادھر آپ حیدرآباد دکن گئے تھے اب آپ علامت زار بھی شریک تھے۔ کہنے لگے کہ فکر خدا کا خبط کا ہی نے بھی پھر بری لی ہے جس مذہب کی بحث سی اپنی امریکہ والوں کو مرغوب ہے، ان بچاروں کو پسند کچھ ترک کیا گئے۔ مذہب پسند سکا ہی ہے تو تسلیم اللہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔ ایک تماشا نکلا جا رہا ہے گرو دست ہو کر کھسیانی ہنسی ہے۔ وقت حسین آباد میں ایک بشیل کی بگیاں ہوئی ہے



"اے بی تتلی تم جیسا انڈا چھوڑ کے جاتی ہو ویسا ہی کچھ ہو گا۔ کیڑا اندر ہی اندر ہے پھر زور سے نکل جائیگا"
(لارڈ ارون کا جواب اور سر سائمن کا پیغام ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء)

تفسیر حیثیت نظیر بین بشفقہ زعفران اور مشک بھی خشکا بھی ہے جو ابن سے جائے یہی ضرور ہو گی کیا معنی کہ یہ ایک سکسی اور دانش ایمان چیز ہے۔ اور دو دو مل گیا تو واہ پھر تو قوت بھی پیدا ہوگی شکر نے ان کے واسطے ایسا ہے نظیر کام انتخاب کیا ہے کہ سائمن صاحب کو رشک ہوا ہو گا۔

بی طرہ بائی کی شادی ہوئی۔ قریب ہی ایک سرکی کہ علیشاہ مرحوم کی اولاد میں سے معلوم نہیں کتنے آدمیوں نے تقرری کی درخواست دی۔ آسودہ ادان میں ہیں تسا ذ قدرت نواب مسعود علی مرزا بی اے کا نام باعتبار حسب و نسب زیادہ مرجح نظر آتا ہے۔ موصوف ایک نوجوان گریجویٹ ہونے کے علاوہ کافی آمدنی بھی رکھتے ہیں۔ مگر خدا کی عنایت سے کچھ کے اوقات میں خدائی کو دخل دینے کا حق نہیں لہذا تجھیلا ہی رنگ بیا گا۔

غذاء روحانی

معدن النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ برکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے
اساتذہ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نکلی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا

استاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا انکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر نہین تو کتاب کے سُرون کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ہو خواہ ستار یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایۂ ناز [illegible] ہے۔ قیمت پانچ روپیہ
حصہ اول کی [illegible] فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیوۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان لیتھو پر اشتہار ملاحظہ ہو۔